ڈاکٹر احسان اللہ فہد، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

انسانی حقوق اور احادیث نبوی

اسلام میں بنیادی حقوق کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسان کا وجود قدیم ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی طبعی زندگی کے لئے جس طرح ہوا، پانی، خوراک، روشنی اور دوسرے بے شمار اسباب فراہم کئے ہیں اسی طرح معاشرتی زندگی بسر کرنے کے لئے ایک ضابطہ حیات بھی آغاز زندگی کے ساتھ عطا کیا ہے۔ انسان کو اس دنیا میں بھیجنے اور منصب خلافت پر فائز کرنے سے پہلے اسے حقوق وفرائض اور آداب زندگی کا شعور عطا کردیا گیا تھا۔ حضرت آدمؑ نے اپنی زندگی کا آغاز مکمل علم کی روشنی میں کیا جس کی وضاحت خود قرآن کریم نے کی ہے:

وعلم آدم الاسماء کلھا۔ (ترجمہ) اور اللہ نے حضرت آدمؑ کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت آدمؑ کو جو علم عطا کیا گیا تھا وہ علم کامل تھا اور آپؑ کو ان تمام چیزوں کے نام سکھادیے گئے تھے جن چیزوں سے آپ کو اس کائنات میں واسطہ پڑنا تھا۔ اس علم میں یہ بات لازمی طور سے شامل تھی کہ انسان کو مختلف اشیاء سے متعلق اپنے حقوق وفرائض کا بھی شعور ہو۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کی زندگی ہی میں جب حق کا پہلا مسئلہ پیدا ہوا تو ساتھ ہی یہ حقیقت بھی عیاں ہوگئی کہ انسان محض اپنے قیاس وگمان یا وجدان کی بنا پر نہیں بلکہ خدا کے مقرر کردہ ضابطہ کی وجہ سے ان حقوق کے احترام کا شعور رکھتا تھا۔ قابیل نے جب خدا کے حضور اپنی نذر قبول نہ ہونے کے بعد ہابیل کو قتل کی

دھمکی دی تو ہابیل نے جواب دیا:

لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ماانا بباسط یدی الیک لاقتلنک انی اخاف اللہ رب العالمین۔ انی ارید ان تبوأ باثمی واثمک فتکون من اصحاب النار وذالک جزاء الظالمین۔[۷]

(ترجمہ) اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے۔ ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے۔

قرآن کے الفاظ صاف طور سے نشاندہی کررہے ہیں کہ ہابیل کو انسانی جان کے احترام وتحفظ سے متعلق اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا علم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ایک گناہ کا کام ہے اور اس کا مرتکب جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس نے محض خوف خدا کی بناء پر اپنی جان دے دی۔ مگر بھائی پر ہاتھ اٹھانا گوارہ نہ کیا۔

حضرت آدمؑ کو خدا، بندگان خدا اور دوسری مخلوقات کے سلسلے میں حقوق وفرائض کا جو ضابطہ عطا کیا گیا تھا وہ انسانی زندگی کے مختلف ارتقائی مراحل میں وقت کے مسائل اور تقاضوں کے مطابق نئی تشریحات وتوضیحات اور اضافی احکام کے ساتھ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد مصطفیؐ تک مبعوث ہونے والے تمام انبیائے کرام کے ذریعہ انسانیت کو اپنی ہدایات ورہنمائی کے لئے مسلسل ملتا رہا۔ انسانی تعلقات کے دائرے جوں جوں وسیع ہوتے گئے ان کو مضبوط کرنے والے احکام بھی نازل ہوتے رہے۔ تا آنکہ آخر الزماں حضرت محمدؐ پر انسانیت کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ مکمل ہوگیا اور اعلان کردیا گیا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔[۸]

(ترجمہ) آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام

کردی اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے۔

حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت محمد مصطفیؐ تک تمام انبیائے کرام بلا کسی تفریق کے ایک ہی دین کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہے۔ ان کا مشن ایک تھا وہ ایک ہی ضابطۂ حیات کے علمبردار تھے اور یہ ضابطہ حیات ان کا مقرر کردہ نہیں بلکہ انھیں منصب رسالت پر مامور کرنے والے مقتدر اعلیٰ کا عطا کردہ تھا۔ قرآن کا فرمان ہے:

شرع لکم من الدین ماوصیٰ بہ نوحا والذی اوحینا الیک وماوصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولاتتفرقوا فیہ۔ ؎

(ترجمہ) اللہ نے مقرر کردیا ہے تمہارے لئے وہ دین جس کی ہدایت کی تھی اس نے نوحؑ کو اور جس کی وحی کی گئی (اے محمدؐ) تمہاری طرف اور جس کی ہدایت کی گئی ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو اس تاکید کے ساتھ کہ تم لوگ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔

یہ دین محض عقائد کی اصلاح پر مبنی نہیں تھا بلکہ اصلاح عقائد سے لے کر زندگی کے تمام معاملات کی درستگی تک پھیلا ہوا تھا۔ اور اس میں دین اور اس کی مفصل ہدایات موجود تھیں۔

قرآن کا فرمان ہے:

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا وذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وقولوا للناس حسنا واقیموالصلوٰۃ و آتو الزکوٰۃ ثم تولیتم الا قلیلا منکم وانتم معرضون۔ واذاخذنا میثاقکم لاتسفکون دمائکم ولاتخرجون انفسکم من دیارکم ثم اقررتم وانتم تشھدون۔ ؎۵

(ترجمہ) یاد کرو اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھرے ہوئے تھے۔ پھر ذرا یاد کرو ہم نے تم سے عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک

دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا پھر تم نے قرار کیا اور تم اس کے شاہد بنے۔

قرآن کی پیش کردہ انسانی حقوق کی یہ تاریخ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اسلام میں بنیادی حقوق کا تصور ابتدائے آفرینش سے موجود ہے۔ اسکے مقابلے میں اہل مغرب کا دعویٰ ہے کہ بنیادی حقوق کی تاریخ صرف تین چار سو سال پرانی ہے اور انھوں نے اس عرصے میں بڑی جدوجہد اور کاوشوں سے جو کچھ حاصل کیا ہے آج پوری دنیا اس سے فیضیاب ہورہی ہے لیکن قرآن جو تاریخ ہمارے سامنے پیش کررہا ہے کہ جس دن اولین انسان نے اس دنیا میں قدم رکھا تھا بنیادی حقوق اسی دن سے اس کے احساس وشعور کا حصہ ہیں اور ان کا حصول وتعین اس کا اپنا کارنامہ نہیں بلکہ خود مقتدر اعلیٰ نے اسے بتدریج یہ حقوق عطا کئے ہیں آج جہاں کہیں ان حقوق کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے وہاں الٰہی تعلیمات کے پرتو ہی سے بنیادی حقوق کا شعور بیدار ہوا ہے۔

اسلامی ریاست میں بنیادی حقوق کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ دنیا کے عام دساتیر کی طرح یہ فرد اور ریاست کے باہمی تعلق تک محدود نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کے دستور کا دائرہ اطلاق انسان کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ قرآن وحدیث نے عقائد، عبادات اخلاق، معاشرت، تمدن معیشت، سیاست، عدالت صلح وجنگ اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں پھیلے ہوئے بے شمار تعلقات کو اس طرح منضبط کردیا ہے کہ ریاست کے لئے قانون سازی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔ قرآن کریم اور سنت مطہرہ نے ایک فرد کے لئے جو حقوق مقرر کردیئے ہیں وہ جزو دستور ہوئے۔ ریاست کے اختیارات قانون سازی سے ماوراء ہونے اور عدلیہ کے ذریعہ قابل حصول ہونے کی بناء پر بلا استثناء سب کے سب بنیادی حقوق ہیں۔ ان حقوق میں صرف تحفظ جان، تحفظ عزت ملکیت حصول انصاف، مساوات، آزادی اظہار رائے اور آزادی عقیدہ جیسے حقوق ہی شامل نہیں ہیں بلکہ ایک نوزائدہ بچے کی مدت رضاعت سے

لے کر ایک عورت کے حق مہر تک کے وہ تمام حقوق شامل ہیں جو خدا اور اس کے رسول نے مقرر کر دیئے ہیں۔ اور جن میں اب کسی ردوبدل کا اختیار نہیں ہے۔ قرآن نے ان کو ''حدود اللہ'' کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے۔ یہ حدود فرد اور ریاست پر یکساں عائد ہوتی ہیں۔

(۱) تحفظ جان:

اسلام نے انسانی جان کو انتہائی محترم قرار دیا ہے اور ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کا قتل قرار دے کر تحفظ جان کی اہمیت پر جس قدر زور دیا ہے اس کی مثال کسی اور مذہب میں موجود نہیں ہے: **من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا۔**[۱]

(ترجمہ) جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

قرآن کریم کے اس واضح حکم کی تاکید وتشریح اللہ کے رسولؐ نے متعدد مواقع پر کی ہے خطبۂ حجۃ الوداع میں آپؐ نے فرمایا:

''لوگو تمہارے خون ومال اور عزتیں ایک دوسرے پر قطعا حرام کردی گئیں۔ ہمیشہ کے لئے ان چیزوں کی حرمت ایسی ہی ہے جیسی آج تمہارے اس دن کی اور اس ماہ مبارک (ذی الحجہ) کی حرمت اس شہر (مکہ) میں ہے۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو اور کفار کے زمرے میں شامل ہوجاؤ'' بعد ازاں آپ نے اپنی اس نصیحت پر عمل کی اولین مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''زمانۂ جاہلیت کے سارے خون کالعدم ہیں۔ پہلا انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں میرے اپنے خاندان کا ہے۔ ربیعہ بن الحارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنی ہذیل نے مار ڈالا تھا۔ اب میں معاف کرتا ہوں[۲]

اسلام میں انسانی جان کی حرمت اور اس معاملہ میں اسلامی حکومت کے طرز عمل کا صحیح اندازہ ہمیں فتح مکہ کے موقع پر عفو عام کے واقعہ سے ہوتا ہے۔ کفار مکہ کی حیثیت جب تک حملہ آور کی رہی ان کے ساتھ ایک حملہ آور کا سا سلوک کیا گیا۔ لیکن فتح مکہ کی صورت میں چونکہ کفار مکہ کی پوزیشن بدل گئی۔ ان کی ریاست کے خاتمے کے ساتھ ان کا جارحانہ کردار اور مدینہ پر حملہ آور کی حیثیت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ وہ مفتوحہ علاقہ کے باشندوں کی حیثیت سے خود اسلامی ریاست کے زیر اقتدار آکر اس کے شہری بن گئے تو آپؐ نے خانہ کعبہ کے سامنے لوگوں کا اجتماع کیا اور آپ نے ان سے خطاب کرکے فرمایا جانتے ہو میں آج تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ مجمع سے آواز آئی۔ آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ حضورؐ نے جواباً فرمایا تم پر آج کوئی گرفت نہیں جاؤ آج تم سب آزاد ہو۔"[۸]

(۲) تحفظ ملکیت کا حق:

اسلامی ریاست میں ایسی تمام نجی املاک جو جائز ذرائع سے حاصل شدہ ہوں جن سے شریعت کے مقرر کردہ تمام حقوق وواجبات ادا کردیئے ہوں اور حکومت کے عائد کردہ مستقل اور عارضی نوعیت کے ٹیکس بھی ادا کیے جاچکے ہوں حکومت کی مداخلت سے قطعی محفوظ ہوں گی۔ اور ان سے متعلق مالک کو حسب ذیل حقوق حاصل ہوں گے۔ (الف) استعمال اور تصرف کا حق (ب) مزید نفع کمانے کے لئے کاروبار میں لگانے کا حق (ج) انتقال ملکیت کا حق (د) تحفظ ملکیت کا حق۔

حضور اکرمؐ نے مدینہ میں مسجد نبوی کے لئے جو زمین منتخب کی وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ انھوں نے اپنی افتادہ زمین بلا قیمت دینے کی پیش کش کی۔ مگر حضورؐ نے اس کی قیمت کا تخمینہ لگوایا اور اس وقت کی عام شرح کے مطابق معاوضہ دے کر زمین حاصل کی۔[۹]

(۳) تحفظ آبرو کا حق:

اسلامی ریاست اپنے شہری کی عزت وآبرو کا تحفظ بھی فراہم کرتی ہے۔ خطبہ حجۃ

الوداع میں حضور اکرمؐ نے جان ومال کے ساتھ ہی حرمت آبرو کا بھی حکم دیا تھا اسکے علاوہ انھوں نے اپنے متعدد ارشادات میں لوگوں کو بلا وجہ مارنے پیٹنے اور ان کی توہین وتذلیل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک بار آپؐ نے فرمایا:

''مسلمان کی پشت محترم ہے (اس کی پٹائی نہیں کی جا سکتی) الا یہ کہ اس نے سزا کے قابل جرم کیا ہو۔ جس نے بلا وجہ کسی مسلمان کو مارا اللہ تعالی اس پر سخت غضبناک ہوگا۔ ۱۰ (طبرانی)

(۴) نجی زندگی کا تحفظ:

اسلامی ریاست میں شہریوں کی نجی زندگی کو مکمل تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ وہ گھروں کی چہار دیواری میں مکمل طور سے محفوظ ہیں۔ قرآن نے دوسروں کی نجی زندگیوں میں دخیل ہونے، ایک دوسرے کے راز ٹٹولنے، نجی معاملات کی ٹوہ لینے اور کھوج کرید میں پڑے رہنے سے سختی سے منع کیا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کسی کے عیب کو دیکھا اور اس کی پردہ پوشی کی اس نے گویا ایک زندہ درگور انسان کو زندہ کر دیا۔ ۱۱ (ابوداؤد، نسائی)

اس سلسلے میں خلیفہ دوم کے ایک واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی ریاست کے امیر کی حدود مداخلت کیا ہیں۔ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا۔ آپ کو شک ہوا اور دیوار پر چڑھ گئے دیکھا کہ وہاں شراب بھی موجود ہے اور ایک عورت بھی۔ آپ نے پکار کر کہا اے دشمن خدا کیا تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تیرا پردہ فاش نہ کرے گا۔ اس نے جواب دیا۔ امیر المومنین جلدی نہ کیجئے۔ اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کئے ہیں۔ اللہ نے تجسس سے منع کیا تھا اور آپ نے تجسس کیا۔ اللہ نے حکم دیا تھا کہ گھروں میں ان کے دروازے سے آؤ اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے۔ اللہ نے حکم دیا تھا کہ اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت نہ جاؤ اور آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں تشریف لے آئے۔ یہ سن کر

حضرت عمرؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اس کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی البتہ اس سے وعدہ لیا کہ وہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا۔ [۲۹]

(۵) شخصی آزادی کا تحفظ:

اسلامی ریاست مجرم کو کھلی عدالت میں جرم ثابت کئے بغیر محض شکوک وشبہات کی بنیاد پر قید کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ آج ''احتیاطی نظر بندی'' کے زیر عنوان ''ریاست کی سلامتی'' کے نام سے جو کچھ ہو رہا ہے اسلامی قانون میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اسلام کا انداز فکر اس معاملہ میں یہ ہے کہ سزا سے حتیٰ الامکان گریز کیا جائے اور اسباب وشواہد سزا کے لئے نہیں بلکہ برأت کے لئے ڈھونڈے جائیں۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

جس حد تک ممکن ہو مسلمانوں (شہریوں) کو سزا سے بچاؤ کوئی گنجائش بھی نکلتی ہو تو انھیں چھوڑ دو۔ یہ بات کہ امام کسی شخص کو چھوڑ دینے میں غلطی کر جائے۔ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ اسکو سزا دینے میں غلطی کر جائے [۳۰] (ترمذی)

۶۔ ظلم کے خلاف احتجاج کا حق:

اسلام نے اسلامی ریاست میں رہنے والے شہریوں کو یہ حق دیا ہے کہ اگر ان کے اوپر ظلم ہو تو اس کے خلاف آواز اٹھائیں۔ ظالم سے ہرگز نہ دبیں اور نہ ہی اس ظلم کو برداشت کریں۔ جنگ بدر کے موقع پر آپؐ ایک تیر سے مجاہدین کی صفیں سیدھی کر رہے تھے۔ حضرت سواد بن غزیہ صف سے آگے تھے۔ آپؐ نے ٹھوکا دے کر فرمایا سواد برابر کھڑے رہو۔ سواد بولے یا رسول اللہؐ! آپؐ نے مجھ کو تکلیف دی حالانکہ اللہ نے آپ کو حق وانصاف کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ پس آپؐ اجازت دیجئے کہ میں آپ سے بدلہ لوں۔ رسول اللہؐ نے فوراً شکم مبارک کھول کر فرمایا سواد اپنا بدلہ لے لو۔ سواد دوڑ کر جسم اطہر سے لپٹ گئے اور شکم مبارک کو چوم لیا۔ [۳۱]

(۷) آزادانہ اظہار رائے کا حق:

اسلام نے شہریوں کو اس بات کا بھی حق دیا ہے کہ ملک کے مسائل و معاملات سے متعلق اپنی رائے کا آزادانہ اظہار کریں۔ حضورؐ کا معمول تھا کہ مختلف معاملات میں صحابہ کرام سے رائے لیتے تھے اور اظہار رائے کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔ جنگ احد کے موقع پر آپ کی اور معمر و جلیل القدر صحابہ کرام کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے مگر حضرت حمزہ اور نوجوانوں کی رائے یہ ہوئی کہ باہر نکل کر جنگ کی جائے۔ آپ نے دیکھا کہ اکثریت باہر نکل کر جنگ کرنے کے حق میں ہے تو اسی کے مطابق عزم جنگ کیا اور ہتھیار بندی کے لئے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اس دوران معمر صحابہ نے نوجوانوں کو عار دلائی کہ تم نے پیغمبرؐ خدا کی رائے کا لحاظ کئے بغیر آپ کو تکلیف میں ڈالا۔ یہ سن کر نوجوان متاثر ہوئے اور معذرت کے لئے حجرہ کے سامنے جمع ہوگئے آپؐ باہر تشریف لائے اور ان کی معذرت سنی۔ تو فرمایا۔ ”عزم کے بعد اب نبی کی شان نہیں ہے کہ مقصد کو حاصل کئے بغیر غیر مسلح ہو جائے۔ چلو اب مدینہ کے باہر ہی میدان جنگ قائم ہوگا۔ ۱۵

ایک غزوہ میں رسول اللہؐ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ فلاں فلاں مقام پر قیام فرمائیں۔ اور پڑاو ڈالیں۔ ایک صحابی نے دریافت کیا۔ یہ ارشاد وحی سے ہے یا آپ کی ذاتی رائے سے آپؐ نے فرمایا یہ میری ذاتی رائے ہے۔ صحابی نے عرض کیا جنگ کیلئے یہ منزل مناسب نہیں اس کے بجائے فلاں فلاں منزل مناسب ہوگی۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے اسی رائے کو پسند فرمایا۔ ۱۶

(۸) مساوات کا حق:

قرآن کریم دنیا کے تمام انسانوں کو بحیثیت انسان مساوی قرار دیتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برداریاں بنادیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ ۱۷

اسی بات کو رسول اللہ ؐ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ ”کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر، نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر ماسوا تقویٰ کے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔

قرآن وحدیث کی رو سے اسلامی ریاست کے تمام شہری مساوی الحیثیت ہوں گے۔ معاشرتی زندگی میں بھی تقویٰ کے علاوہ کوئی اور معیار فضیلت نہیں ہے۔ رسول اللہ ؐ کے عہد میں بکثرت ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں آقا اور غلام، حکمراں اور شہری، امیر اور غریب اور مسلم اور غیر مسلم کے درمیان انصاف کے معاملہ میں اصول مساوات پر سختی سے عمل کیا گیا قریش کی ایک عورت فاطمہ نے چوری کی۔ حضرت اسامہ نے اسے معاف کردینے کی سفارش کی تو آپ ؐ نے سختی کے ساتھ فرمایا: اے اسامہ! اللہ کی مقرر کردہ سزائیں سفارش کر کے مداخلت کرتے ہو۔ خبردار آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا۔ پھر آپ ؐ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو مسجد میں جمع کریں۔ مسلمان جمع ہوگئے تو آپ ؐ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اس لئے تباہ ہوئیں کہ وہ کم درجے کے لوگوں کو تو قانون کے مطابق سزا دیتی تھیں اور اونچے درجے کے لوگوں کو چھوڑ دیتی تھیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر محمد ؐ کی بیٹی فاطمہ (س) بھی ایسا کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ ۱۸

(۹) حصول انصاف کا حق:

اسلامی ریاست میں رہنے والا ہر شہری اس بات کا حقدار ہے کہ اگر اس کے اوپر ظلم کیا گیا ہے تو وہ اپنے لئے انصاف کو یقینی بنائے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ہدایت کی ہے کہ آپ یہ اعلان کردیں:

وامرت لاعدل بینکم ۱۹ (ترجمہ) اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔

(۱۰) معصیت سے اجتناب کا حق:

اسلامی ریاست کا ہر شہری اس بات کا بھی حقدار ہے کہ اگر اسکو معصیت کا حکم دیا جائے تو وہ اس کو ماننے سے انکار کردے۔ رسول اللہ ؐ نے اس جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ”امراء کی اطاعت واجب ہے جب تک اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے۔ جب اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر نہ سننا ہے اور نہ ماننا ہے۔“ ۹۶؎ بخاری

مندرجہ بالا بنیادی حقوق بلا امتیاز مذہب وعقیدہ تمام شہریوں کو یکساں طور پر حاصل ہیں۔ لیکن اسلام نے ہمیں بنیادی حقوق کا جو تصور دیا ہے اس کے مطابق اسلامی ریاست میں مسلمانوں کے لئے وہ تمام حقوق بنیادی قرار دیئے جائیں گے جو قرآن وسنت کے طے کردہ ہیں۔ ان میں وراثت، ملکیت نفقہ، مہر نکاح، طلاق، خلع، بیع وشریٰ ور زندگی کے دوسرے معاملات سے متعلق وہ تمام حقوق شامل ہیں جو شریعت نے ہمیشہ کے لئے متعین کردیئے ہیں اور جن میں قانون سازی کے ذریعہ اب کوئی ترمیم وتنسیخ نہیں ہوسکتی اور ان حقوق کو غصب کرنے کی صورت میں عدلیہ کے ذریعہ قابل حصول ہیں۔ مثال کے طور پر کسی عورت کو اگر ایسی صورت میں جب اس کی گود میں بچہ ہو طلاق دے دی جائے تو قرآن بچہ، مطلقہ عورت اور شوہر کے درمیان حقوق وفرائض کا یہ ضابطہ متعین کرتا ہے۔

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة وعلی المولدله رزقھن و کسوتھن بالمعروف لاتکلف نفس الا وسعھا لا تضار والدة بولدھا ولامودله بولده وعلیٰ الوارث مثل ذالک فان اراد فصالا عن تراض منھما وتشاور فلاجناح علیھما وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلاجناح علیکم اذاسلمتم ماآتیتم بالمعروف واتقواللہ واعلموا ان اللہ بمایعلمون بصیر۔۹۷؎

(ترجمہ) جو باپ چاہتے ہوں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیئے تو

مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔ اس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انھیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔ مگر کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بار نہ ڈالنا چاہیے۔ نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف میں ڈال دیا جائے کہ بچہ اسکا ہے۔ اور نہ باپ ہی کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے دودھ پلانے والی کا یہ حق جیسا بچے کا باپ پر ہے ویسا ہی اس کے وارث پر بھی ہے لیکن فریقین اگر باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اگر تمہارا خیال اپنی اولاد کو کسی غیر عورت سے دودھ پلوانے کا ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ اس کا کچھ معاوضہ طے کرو۔ اور معروف طریقے پر ادا کرو۔ اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ کی نظر میں ہے۔

اس مختصر جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے بنیادی انسانی حقوق کا تصور جدید مغرب سے بہت پہلے دیا تھا۔ اور رسول اللہ ؐ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں ان بنیادی حقوق کی مزید وضاحت کردی تھی۔

اسلام کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس نے بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کے لئے قانون ہی نہیں بنایا بلکہ انسان کے اندر اسکے شعور اور اس کے ضمیر کو بیدار کرکے اور اس کے اندر خدا خوفی، خلق خدا سے محبت، احساس ذمہ داری اور آخرت میں جواب دہی کا احساس پیدا کرکے حقوق انسانی کی محافظت کی ضمانت فراہم کی۔ یہ وہ اسلامی امتیازات ہیں جن سے آج حقوق انسانی کا علمبردار مغرب بالکل محروم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام تر دعووں، اعلانات اور اعلامیوں کے باوجود حقوق انسانی کے علمبردار ہی سب سے زیادہ ان کی خلاف ورزی کررہے ہیں، امریکہ آج دنیا میں ان حقوق کی سب سے زیادہ خلاف ورزی کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ بنیادی اخلاقیات واقدار سے عاری ہے۔

حوالے:

۱۔ القرآن کریم، سورہ البقرہ: ۲۳۱

۲۔ نفس مصدر، المائدہ، ۴۸

۳۔ نفس مصدر، المائدہ: ۳

۴۔ نفس مصدر، سورہ الشوریٰ: ۱۳

۵۔ نفس مصدر، سورہ البقرہ: ۸۳۔ ۸۴

۶۔ نفس مصدر، سورہ المائدہ: ۳۲

۷ بخاری، کتاب الحج، بحوالہ بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔ ۱۹۸۹ء ص ۳۲۳

۸۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمت للعالمین، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، جلد اول ص ۱۱۸

۹۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت، مطبوعہ اسلامی پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۲۲۴

۱۰۔ طبرانی بحوالہ بنیادی حقوق حوالہ بالا ص ۲۴۴

۱۱۔ ابوداؤد بحوالہ بنیادی حقوق حوالہ بالا ص ۲۵۱

۱۲۔ مودودی سید ابوالاعلیٰ تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز جلد پنجم ص ۸۹

۱۳۔ ترمذی، بحوالہ بنیادی حقوق، حوالہ بالا ص ۲۵۳

۱۴۔ سید ہاروی، حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام، مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۹ء ص ۹۲

۱۵۔ نفس مصدر ص ۸۹

۱۶۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی مطبوعہ اعظم گڑھ جلد اول طبع سوم ص ۲۹۵

۱۷۔ القرآن الحکیم، سورہ الحجرات: ۱۳

۱۸۔ بخاری، بحوالہ بنیادی حقوق، حوالہ بالا۔ ص ۲۷۷

۱۹۔ القرآن الحکیم، سورہ الشوریٰ: ۱۵

۲۰۔ بخاری حوالہ بنیادی حقوق، حوالہ بالا ص ۳۰۳

۲۱۔ القرآن الحکیم سورۃ البقرہ: ۲۳۳